

ویت نامی ناول

خونِ خاک نشیناں

ڈیونگ تھوڑیونگ
ترجمہ: یونس منصور



خون خاک نشیناں

دیت نامی ناول

ڈیونگ تھوہیونگ

ترجمہ: یوس منصور

خون خاک نشیناں

ڈیونگ تھوہیونگ

ترجمہ: یوس منصور

کاپی رائٹ اردو © مشعل بکس 2001
کاپی رائٹ انگریزی © ڈیونگ تھوہیونگ 1995

مشعل بکس

آربی 5 عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن،
لاہور۔ 54600، پاکستان

رات بھر دل دہلانے والی شوریدہ سر ہوا کیں مجھے ڈرتی رہیں، وہ بین کرتی ہوئی آتیں اور آہیں اور سکیاں بکھیرتے ہوئے کہیں اور چلی جاتیں۔ غم اور اداسی کے بوجھ سے میرا دل بیٹھنے لگتا میں ہبڑا کرا دھر ادھر دیکھتا گھناتے ہوئے دیئے کی مدھم سی لوٹھی میری آنکھوں میں چینے لگی تو میں نے اسے بچھا دیا۔ رات کچھ اور تاریک ہو گئی تھی میں سونپنے لگا اے کاش کہ میں بھی رات کی پراسرار اور اتحاد تاریکی میں ڈوب جاؤں کھو جاؤں اور بے نام و نشان ہو جاؤں سونا تو ممکن نہیں تھا میں دعا کرنے لگا پیاری بہنو، اچھی بہنو، اے دہ کہ جو یہاں انسانوں کی طرح زندہ رہیں اور انسانوں کی طرح دکھ، سہی ہوئی اس دنیا، کبھی نہ سمجھ میں آنے والی دنیا سے رخصت ہو گئیں ہمارے لئے دعا کرو کہ ہمارے کھو کھلے اور بے رو جسموں میں جان پڑ جائے ہماری رو جیں تابناک ہوں اور ہم جنگ جیت جائیں امن قائم ہو، ہم جنگ جیت جائیں تو تجھ جانو کہ ہم تمہیں تمہارے باب دادا کی سرز میں میں لے جائیں گے اور تمہاری راکھتمہاری پانیوں میں بکھر دیں گے۔

دو ہفتوں کی بات ہے ایک روز صح سویرے میں لین کی پلانوں کے ساتھ جنگل کیا ڈھلتی دو پھر کوہم وہاں سے واپس آئے تو گھٹائی پر گدھ جمع ہو چکے تھے انہوں نے ایک دائرہ سائبیا لیا تھا اور اور پر تلے جپٹ رہے تھے ان کی مکروہ چیزوں نے فضا کا سکوت غارت کر دیا تھا لین اچانک رک گیا۔ یہاں کوئی جانور ہے مرا ہوا، بدبو آ رہی ہے۔

بد بوقت واقعی آ رہی تھی ہم کچھ دور گئے تو بد باؤ رزیا دھ ہو گئی کسی نے رائے دی کہ واپس چلتے ہیں مگر لین کا کہنا تھا کہ اور آ گے چلیں۔
”کوئی آ دی بھی تو ہو سکتا ہے اور کیا پتہ کوئی ہمارا ہی ساتھی ہو۔“

"اچھا چلتے ہیں" میں نے کہا:

ہم اس مقام کی طرف بڑھے جہاں سے بُدا آ رہی تھی۔

"اوہ خدا یا، نگلی لاشیں" کن درندوں نے ان کا یہ حال کیا ہے، ہم ان کے لباس سے جان سکتے تھے کہ وہ شمالی علاقے کی رہنے والیاں ہیں ہونہ ہو یہ والیاں ہیں یا موبائل یونٹ جو بھول کر ادھر آنکھی ہو۔

انہیں سپاہیوں نے قتل کرنے سے پہلے بے آبرو کیا تھا اور ان کے جسموں کے بعض حصے کاٹ کر گھاس میں پھینک دیئے تھے اور اس طرح جوان اور حسین جنمگی سڑی لاشیں بن گئے تھے ان کے منہ، آنکھوں اور تنہوں میں مکھیوں اور کیرڑوں کا کوڑوں کا ہجوم تھا۔

"خداستی نا س کرے ان کا، کم جنت ہر جگہ موجود ہوتے ہیں" ہمارے ایک ساتھی نے ناک پر رو مال رکھتے ہوئے کہا۔

"چلو، انہیں دُن کرتے ہیں"

اور گلدھ دارہ بنا کر بڑے جارہانہ انداز میں منڈلار ہے تھے ان کی چیزوں سے وحشت ہوتی تھی گرمی سے دم گھٹ رہا تھا، ہم سینے میں شرا بور تھے اور ان بد بوفضا میں کھڑی ہوئی تھی گدھوں اور کیرڑوں سے لڑتے بھگڑتے ہم نے لاشیں جمع کیں اور انہیں دفنادیا۔ ان کی جیسیں خالی تھیں ان میں کاغذ کا ایک پر زہ بھی نہیں تھا بالوں میں باندھنے کے لئے چند دھاگے اور بننے سنور نے کامعمولی سامان شاید انہیں پہتا تھا کہ ایک نہ ایک دن وہ اپنے چاہنے والوں سے ضرور ملیں گی ہم نے لاشیں گڑھے میں ڈالیں تو کیرڑے مکوڑے ایک جھوم کی صورت ان پر حملہ آ رہوئے لیں نے سوکھے پتے جمع کئے اور لاشوں پر ڈال کر انہیں آگ لگا دی لاشوں کے ساتھ کیرڑے مکوڑے بھی جل رہے تھے۔

تھکے ہارے سینے میں، نہائے ہوئے ہم شعلوں کے پاس کھڑے تھے اور بے بی کے ساتھ جوان لاشوں کو آگ میں بھیسم ہوتے دیکھ رہے تھے۔

جنگل سے جو بزریاں ترکاریاں سمیٹی تھیں انہیں ہم نے دفع کیا اور سر جھکائے اداں کی پ میں واپس آگئے۔

اب ہمارے پاس کھانے کے لئے صرف چاول تھے اور نمک مرچیں یہ ہماری زندگی تھی اور اس زندگی کے لئے ہم کتنے کھٹکن کام کرتے تھے ایک دن ایسا آئے گا کہ یہ زندگی بھی، کہانی بن جائے گی۔

"کوآن اے کوآن"

لوئی مجھے پکار رہا تھا۔

"کیا تم سور ہے" "اس نے بگڑ کر کہا۔

میں نے نیند کا بہانہ کر لیا اور چپ رہا دراصل میں سونبیں سکا تھا۔ پوری رات میں نے پریشان خوابوں میں بھکتے ہوئے گزاری ایک بار مجھے احساس ہوا کہ میں ٹرین میں ہوں اور بار بار جھکتے لگ رہے ہیں۔ ٹرین جھکلوں اور بچکلوں کے ساتھ چل رہی ہے۔ چل تو رہی ہے مگر کسی وقت بھی پڑھی سے اتر سکتی ہے۔ اس میں کوئی مسافر بھی نہیں۔ ہے تو بس خوابوں کا ہجوم ہے اور ہوتے ٹرین انسانوں کی بجائے خوابوں سے بھری ہوئی ہے۔ خواب ہی اس کے مسافر ہیں اور میں دیکھتا ہوں طویل خط کئی صفحوں پر پھیلے ہوئے خط، جن پر کسی کا پتہ درج نہیں اور خالی ڈبوں میں لہراتے ہوئے سرخ سکارف اور گوئی بہری ٹرین جوان پانی دھن میں چلی جا رہی ہے پڑھی کے دونوں طرف دور دور تک پھیلے ہوئے کھیت، جہاں تک نظر جاتی ہے کھیت ہیں مگر خالی ہیں کوئی ذی روح نہیں۔ اچھا اگر انسان اور مویشی نہیں تو پرندے کیا ہوئے۔

میرا بھی چاہا میں چھیخوں، چیخ چیخ کر کہوں گاڑی روکو ایر جنسی بریک لگاؤ مگر میں کہیں نہیں ہوں، بے نام بے ہیئت بے چہرہ، میری صورت جیسے ہو امیں تخلیل ہو جاتی ہے میری آواز گھٹ کر رہ جاتی ہے۔

"کوآن او کوآن"

پانی کی تہہ میں ایک زوردار دھما کا ہوتا ہے اور میں گہرا بیوں سے ابھر آتا ہوں۔ جھکتی مکتی لہریں میرا جسم چھورہی ہیں ان کے نازک ملکے بلکہ تھیڑوں سے میرا چہرہ تشکیل پار رہا ہے میرا چہرہ مجھے واپس مل گیا ہے مجھے محسوس ہوا کہ میں خوٹی کے مارے مر بھی سکتا ہوں۔

"کوآن میرے بھائی اب جاگ بھی جاؤ۔"

مجھے شک ہوا کہ مجھ پر فانچ کا حملہ ہوا ہے۔ میرا دیاں بازوں لگتا تھا سن ہو چکا ہے۔ میں نے کمل اوپر لینے کی کوشش کی۔

"کیا مصیبت ہے"

حد ہو گئی میں اب پانی کی گہرا بیوں میں کھو کر معدوم ہو جانے والی کوئی شے تو نہیں ہوں یقینی اور واضح طور پر میرا دل ایک وجود ہے اور میں چلا چلا کر بتانا چاہتا ہوں کہ میں ابھی زندہ ہوں اپنے جسم کے ساتھ، اپنے دل اپنے دماغ اپنے پورے نیس دانتوں، اپنی متعفن جرابوں اور اپنی کمر کے گرد پٹی ہوئی بیٹ کے ساتھ میں بالکل زندہ ہوں۔

"اٹھ جاؤ میرے بھائی، سونے کے لئے ہمارے پاس بہت وقت ہے وہ کم از کم پچاس پونڈ
کا تو ہوگا۔ جلدی سے اٹھو۔"

میں ہلا بھی نہیں یوئی نے بہت منت سماجت کی "اٹھ جاؤ گوشت کھائے ایک زمانہ ہو گیا
ہے۔ پھرہ دے دے کر ہمارے گھنے تھک جاتے ہیں نزور ہو جاتے ہیں"۔ میں نے پھر کمل تان
لیا۔

"تم خود کیوں، نہیں چل جاتے؟"

"میں ذرا ذرتا ہوں، تم آؤ میرے ساتھ، شوٹنگ میں کروں گا میر انشا نہ، بہت اچھا ہے"

میں اٹھ کھڑا ہوا، "تم سے خدا سمجھے تم اتنی جلدی کیوں جاگ جاتے ہو"

"بھوکا جو ہوں جوتے پہنو بڑے بھائی اگر وہ حق گیا تو بہت برا ہوگا"

یوئی کی عادت تھی کہ جب کبھی مجھ سے کام لیتا ہوتا تو مجھے بڑا بھائی کہنے لگتا میں نے جو تے
اور جیکٹ پہنی اور اس کے پیچھے چل دیا۔

جنگل گھری دھنند میں لپٹا ہوا تھا ہم چلتے تو درختوں کے ٹھنڈے نم آ لو دپنے ہمارے چہروں
سے رگڑتے ہوئے راستہ دے دیتے سردی کے مارے میرا براحال تھا۔

"اتی تاریکی میں وہ کیسے نظر آئیں گے" میں نے کہا:

"چیف تم بھول رہے ہو کہ اس کمپنی میں میری نظریں سب سے تیز ہیں۔ لوئی ہنسا یاد کرو

جب پہاڑ پر میں نے دوہرنا مارے تھے اور کرم بولا کی پہاڑی پر جنگلی بکرے کا شکار کیا تھا

"تمہیں یاد نہیں کہ کرم بولا کی پہاڑی پر تم نے پہلی دفعہ-----"

وہ واقعہ یاد کر کے میں کانپ گیا میں اسے بھول انہیں تھا مگر میں وہ بات یاد نہیں کرنا چاہتا تھا

مگر لوئی آسانی سے پچھا چھوڑ نے والا نہیں تھا وہ شرارت سے مسکرا یا: "میرا حافظہ بہت اچھا ہے،
ہے نا؟"

لوئی چلا گیا اور مجھے وہ سوپ یاد آنے لگا جو ماونٹ کردم بلا کے دامن میں پیا تھا۔ تمام سپاہی
دارے میں بیٹھ گئے تھے اور لچکی نظر دوں سے سوپ دیکھ رہے تھے اور ٹکٹن کے پنج سوپ پر تیر
رہے تھے۔ بچوں کے ہاتھوں کی طرح۔۔۔۔۔ کیا ہمارے بڑے واقعی بند رہتے؟ یہ سوچ کر میں
کانپ گیا۔ میں بہت عرصہ پہلے شالی علاقے کے بازاروں میں بڑے واپیات سوپ دیکھ چکا تھا
دہنے ہوئے کوکلوں پر سوپ بنانے والے بہت بڑے برتن اور ان میں ہر قسم کی بلائیں۔ "گائے
بھینس کے کلڑے، کلٹی، قلنی اور گھوڑے کے پائے۔۔۔۔۔ انہیں دیکھ کر مجھے دھشت ہوتی تھی۔
میں کسی دوسرے ہی کلچر کی پیداوار ہوں۔ بخوبہ احمد کے دہانے پر غربت اور فلاکت کے مارے ہوئے
لوگ۔۔۔ ہم کسی بڑی تقریب پر ہی گوشت پکھتے تھے اور جو لوگ اچھے کھانے بناسکتے تھے، ہم ان

کے کمال فن کے بڑے مداح تھے اور نگہن کے خیال سے مجھے اپنائی سی آنے لگی اور نگہن بہت بڑے سائز کا بندر ہوتا ہے انسان کے ساتھ اس کی مشا بہت میں کوئی کلام نہیں، وہ اپنی آنکھوں کے ذریعے دکھ درد، نفرت، غصہ مکاری اور تمسخر سارے جذبات کا اظہار کر سکتا ہے سب سے بڑی بات یہ کہ اس کے ہاتھ ہمارے دوسال کے بچے کی طرح سفید اور ملائم ہوتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

یہ ٹھیک ہے کہ ہماری کمپنی میں کئی اچھے نشانے باز تھے ہم اکثر شکار کو جاتے اور ہمیشہ ہر نوں مرغایوں سے لدے واپس آتے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ہم ان علاقوں میں جانلکتے جہاں بھوں کے دھماکوں نے سب کچھ اجائز دیا تھا، دور دور کسی ذری روح کا پتہ نہیں ملتا تھا ایسی صورت میں ہمیں مہینوں کھانے کو گوشت نہ ملتا۔ یہاں تک کہ ہم اس کا ذائقہ بھی بھول جاتے، ایک عرصے تک ہمیں نمک مریچ والے چاول کھانے پڑے تو یار لوگ بندروں کی جان کو آ لگے۔

پہلی بار ہی اور نگہن مار گرا یا گیا اس مرتبہ صرف شکاریوں اور باورچیوں نے اس کا سوپ چکھنے کی جرمات کی دوسری بار کچھ اور لوگ شامل ہو گئے اور پھر ہر بار تعداد بڑھتی چلی گئی! یہاں تک کہ آدمی کمپنی اس دعوت میں شریک ہو گئی۔ ایک ایک کر کے سب کو یہ لٹ لگنی پھر بھی اس کے شکار کو بھی چلے جاتے مگر مجھ سے یہ سب کچھ نہ ہو سکا۔

سوپ سے ان کا جی بھر گیا تو انہوں نے اس سے لطف اندوڑ ہونے کے کچھ اور طریقے اختراع کے بھی سلااد بنائی۔ کباب کیا تیر کئے اور مجھے دعوت دی کہ انہیں چکھ کر دیکھو۔

"چیف تم اسے چکھو تو سہی۔ لذت میں جنگلی مرغی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی"

بات یہ ہے کہ ہم ایک گروپ کی صورت رہتے ہیں فرد کو گروپ سے کٹ کر زندہ رہنے کی اجازت نہیں گروپ کے مقابلے میں فرد کی رائے اس کی پسند ناپسند کی کوئی اہمیت نہیں ہے وہ وہ کر بھگلوڑا، معاف کر دینے والا ہو کہ بدله لینے والا، یہاں سب کو ایک ہی لاخی سے ہانکا جاتا ہے میں جانتا تھا کہ ایک نہ ایک دن مجھے ان کے سامنے سرجھانا ہی ہے ورنہ انہیں اپنی طاقت پر شک ہونے لگے گا۔

اسی رات لیوی نے مزید ایک اور نگہن مار گرا یا جو کم و بیش 45 پونڈ کا تھا باورچیوں نے اس کے قیمتے میں چٹ پڑے مسالے ملا کر مزید ارڈش تیار کی اس کی ہڈیوں کا سوپ بنایا سب لوگ جمع ہو گئے اور سوپ کو لچائی نظر وہی سے دیکھنے لگے۔

"چیف، سوپ کا ایک کپ بیوگے ہمارے ساتھ" کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

میں نے انکار کر دیا۔

ٹیوا صرار کرنے لگا بہت ہی مزیدار ہے ہرن کے سوپ سے بھی زیادہ، "میرا جی نہیں چاہتا۔" میں نے کہا۔

"جی چاہئے کی بات نہیں ہے تم میں جرمات ہی نہیں"

ٹیو چچے سے سوپ ہلاتا رہا۔ ایک بار اسے چکھ لوگے تو پھر اس کے بغیر نہیں رہ سکو گے۔ باقی سپاہی بھی اس کا ساتھ دینے لگے۔

"مرد بن چیف، چکھو تو سہی شباش شباش"

"آؤ دوستو، اس بار چیف فتح نہیں سکے گا اسے سوپ لینا ہی ہو گا"

میں نے چچے سے سوپ لیا اور حلق میں انڈیل لیا۔

"زندہ باد چیف زندہ باد"

وہ خوشی سے ناچھنے اور برتن بجانے لگے۔ مجھے ایسا لگا کہ میرے تن بدن میں آگ لگ گئی ہے میں عمار سے باہر آ گیا۔ رات بھر تاریک تھی۔

اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتا ہواندی پر پہنچا تو سپلا کام یہ کیا کہ بار بار منہ دھوپا یا ہر سے اور اندر سے حلق میں انگلی ڈال قے کرنے کی بہت کوشش کی مگر کام میابی نہ ہوئی۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا، جو ہونا تھا سو ہو چکا، میں نے سوچا۔

منہ میں انسانی گوشت کے ذاتے کا خیال کر کے میں کا نب اٹھتا گھبرا کر میں نے سکریٹ سلگایا تو گپ اندھیرے میں ہلکی روشنی کو نہیں۔ میں لمبے لمبے کش لینے لگا دھوئیں کے مرغولے میرے چہرے سے لپٹ کر مجھے دلا سدیتے ہوئے اڑنے لگے۔

☆ ☆ ☆

میری عمر پانچ برس تھی۔

مجھے یاد ہے دور ایک پہاڑی پر پھول تھے اور کئی پھلوں کے پیڑ جن کی شاخیں پگوڑا کی بوسیدہ چھٹ پر جھکی ہوئی تھیں۔ شام تھی اور پہاڑی کے دامن میں، ایک در تیچ سے ٹمٹماں ہوئی روشنی باہر جھا نک رہی تھی۔

ماما نے میرا ہاتھ تھام رکھا تھا اور ہم آہستہ آہستہ پگوڑا کی سمت جا رہے تھے۔ ماما کا پچھہ ہونے والا تھا سے پہاڑی چڑھتے ہوئے بہت زور لگا ناپڑتا تھا، جس کی وجہ سے وہ ہانپ رہی تھی۔

"تھیلا مضمبوٹی سے پکڑ وورنہ پکڑے اور کمل باہر گر جائیں گے"

"جی، جی ماما" میں نے ذرا ختی سے کہا دراصل میرے سخت لمحے میں میرا خوف چھپا ہوا تھا،

میں نے اپنی ماما کو کہی اس حالت میں دیکھا ہی نہیں تھا۔ میری ماما تو ہمیشہ جوان اور حسین تھی وہ بہتی تو اس کے گلے میں چاندی کی گھنٹیاں بجتیں بچوں کی طرح مجھے وہ دن یاد ہیں جب ہم دونوں مل کر کھیلا کرتے تھے اور کھلیل کھلیل ہی میں، میں ماما پر ٹھنڈا پانی پھینک دیتا تھا، میری ماما مجھے پیار کرتی تھی اور میں اسے پوچھتا تھا۔ ایک بار میں اس کے گلے میں باہیں ڈال کر جھوول جاتا تو میرے سارے خوف بھاگ جاتے کوتی مجھے ڈرانہیں سلتا تھا، پر چھائیاں نہ چھینیں اور نہ ہی گولی چلنے کی آواز سے میں خائف ہوتا تھا، مگر اس وقت اس کا پھرہ اتنا سفید ہو رہا تھا جیسے وہ مر گئی ہو۔

"کوآن، کوآن، جلدی، اچانک ماما چھیننے لگی" میں ٹوٹ رہی ہوں کوآن۔۔۔۔۔ اور میرے خدا یا، وہ سینے میں شرابو رہی۔

میرے پاپا فرانس کے خلاف جنگ آزادی میں حصہ لینے چلے گئے تو مامانے اس پگوڑا میں پناہ لی۔ یہاں گوتم بدھ کی پردوکار ایک خاتون رہا کرتی تھی۔ اس کے رشتہ دار اس کی دیکھ بھال کیا کرتے تھے۔

میرے دادا دادی فوت ہو چکے تھے، میرے نانا نانی دنیا کی اس سرے میں رہتے تھے۔ جہاں جنگ نے فصلیں اجاڑ دی تھیں جہاں فرانس اور ویٹمنہ میں زبردست لڑائیاں ہو گیں، یہ سب مجھے مامانے بتایا۔ اپنے دوسرے بچے کی پیدائش سے پہلے جب مامانے جاب چھوڑ دی تو مجھ سے یہی باتیں کیا کرتی تھیں۔

مامانے پیار سے مجھے گلے لگایا تو میں نے اس کے پیٹ پر ہاتھ رکھا مجھے ایسا لگا کہ اندر کوئی چیز بل رہی ہے۔

"تمہارا بھائی ہے" مامانے بہتے ہوئے کہا۔

بات میری سمجھ سے باہر تھی مگر مجھے لگا کہ کوئی بہت ہی قیمت چیز تھی۔

"کوآن، خیال رکھنا تھیلا اہمیں گرنے جائے"

"اچھا، اچھا" اچانک ماما گرپڑی۔ وہ ویٹ میں منہ دئے ہوئے تڑپ رہی تھی، سینے میں بھیگ کر اس کے بال گردن پر چپک گئے تھے۔ بے چینی میں بار بار وہ گھاس زمین سے نوچتی اور پھینک دیتی۔ میں کا عنہنے لگا۔

"ماماما"

"وہ میں مر رہی ہوں" میں ماما کی پیٹھ سے لپٹ گیا۔

"میری ماما، مجھے اکیلانہ چھوڑنا"

"میرے بچے"

ماما ریختے ہوئے پورا زور لگا کر آگے بڑھی۔ یاد نہیں کہ پگوڑا کے اندر جانے والے تین

دروازوں سے ہم کیونکر گزرے یاد ہے تو وہ بس اونچے پتھروں والا زینہ جس پر بلا کی پھسلن تھی، بدھست خاتون ہمیں باغیچے کے پیچھے ایک کمرے میں لے گئی، کمرے کا زینہ اور فرش گرد اور جہاڑ جھنکار سے اٹے ہوئے تھے۔ ماہیڈ پر لیٹ گئی، بہیڈ پر چھپیرے اور کیلے کے پتے بستر کے طور پر پیچھے ہوئے تھے۔

بدھست خاتون کی آواز میرے کان میں گونجی۔

"تمہارا بھائی پیدا ہوا ہے قہر ہر کام پس کی بجائے خوش ہو جاؤ"

"بدھ کی شناکرو، لتنا پیارا ہے، آونچے آ کرانا چھوٹا بھائی دیکھو"۔ ٹرے میں رکھ کر ایک نجحا سا بچہ مجھے دکھایا گیا، چہرے پر بوڑھوں کی طرح جھریاں ہی جھریاں چند بال ماتھے پر چکے ہوئے، ہوا میں پاؤں چلا رہا تھا اور میرے منہ پر بھی، مجھے تو اچھا نہیں لگا۔

"ڈر نہیں میرے نبچے، تمہارا چھوٹا بھائی ہے" مانے میری طرف مرتے ہوئے کہا دائی اور ہماری میز بان ہنسنے لگیں میری ماما کو بھی بھی آگئی مجھے اپنی ماما کی بُنی بہت اچھی لگتی تھی۔

میں اپنا سگریٹ تقریباً پھونک چکا تھا اتنے میں میری نظر ایک بڑی سی چھپکی پر پڑی گئے درختوں میں پتہ نہیں، کہاں سے آوار ہوئی۔ مجھے اور ٹکٹن کے پاؤں کا خیال آیا اور میری طبیعت بگڑنے لگی۔ ایک بار پھر تے کرنے کو جی چاہا میں نے سگریٹ کا ایک اور کش لیا اور اپنے آپ کو بھانے لگا، نہیں اس کا اس سے کیا تعلق، خواہ نہوا۔

مگر پھر دیکھا کہ میرے بھائی کے پاؤں ہوا میں چل رہے تھے سگریٹ کے دھوئیں کا ایک مرغولہ ہوا میں تخلیل ہو گیا۔ میں نے سگریٹ کا آخری کش لیا اور اسے ندی میں پھینک دیا۔ میرے منہ میں جیسے زہر ساحل رہا تھا۔

کیا چیز تھی جو دنیا کے اس پار جا کر کھو گئی۔

☆ ☆ ☆

"کس خیال میں ہو بڑے بھائی"

بڑے بھائی! وہی پرانا نجیلیوئی پھر آ زمار رہا تھا۔

"میں کسی خیال میں نہیں ہوں" میں نے اکتا کر کہا:

"تو آؤ پھر با تیں کریں۔ ہم دونوں گم شدہ رجھوں کی طرح بھک رہے ہیں، ہے نادک کی

بات؟"

"تم ہمیشہ مجھے بڑا بھائی کیوں نہیں کہتے کبھی چیف، کبھی کمانڈر، کبھی۔۔۔"

"مجھے خوشامد کرنا ہوتی تو ہے ظاہر ہے موقع کی مناسبت سے لفظ چنتا ہوں" لوئی ہنسنے لگتا۔

"اوہ، تم سمجھتے ہو میں تمہاری خوشامد کی وجہ سے اپنا آرام حرام کرتا ہوں اور تمہارا جو نجی
شکاری بن کر جنگل میں مارا مارا پھرتا ہوں"

"اچھا یہ تو مانتے ہونا کہ میں ایسی حرکتیں بہت چھوٹیں۔۔۔ بڑی حقیر چیزوں کے لئے کرتا
ہوں۔ اچھا سنوسا منے وہ جھاڑیاں ہیں نا، وہاں انہوں نے مانسز بچھار کی ہیں اختیاط کرنا"

فعح ہونے والی تھی۔ لوئی میرے آگے چلتا رہا اس کے بھاری بھر کم کندھے ذرا اندر کو
مڑے ہوئے تھے اس کا قد چھوٹ سے کم کیا ہو گا، اس تن و تو ش کے آدمی کو بہت اچھی اور بہت
کافی خوراک چاہئے، مگر ہم نہ جانے کب سے روکھی سوکھی پر گزارہ کر رہے تھے۔
"ایک دفعہ مجھے میری مرضی کا کا کھانا پیٹ بھر کر مل جائے، کوآن دیکھو وہ چینی کا ڈبہ "اس
نے بڑھ کر اٹھا لیا۔

"شرم نہیں آتی" میں نے اس سے ڈبے چھین لیا" تمہارے ڈیل ڈول کا آدمی اور ڈبہ چاٹا،
حد ہے ندیدے پن کی، مجھے واقعی برالگا۔

"اس ڈبے کو ایک بار پہلے بھی چاٹ چکے ہو"

"چاٹا کہاں تھا وہ تو اسے کھرچ رہتا ہوا" لوئی نے افسردگی سے کہا۔
اس نے ڈبا کپڑا اور اسے کھر چنا اور چاٹا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اسے ندی کے پانی
سے بھرا زور سے ہلا�ا اور غث غث پی گیا۔
بھوک اسے تنگ کرتی تو اس کی سمجھیں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے رات بھرا سے اچھے کھانوں
اپنی پسند کے کھانوں، بہت سے کھانوں کے خواب آتے رہتے آنکھ کھلتی تو بھوک ہوتی، ٹھنڈے
پسینے اور مایوسیاں ہوتیں۔

لیوئی بگرا ہوا بچ تھا وہ اپنے ماں باپ کا ایک ہی بیٹا تھا۔ اس کی ماں کے دھان کے چند کھیت
تھے اور شاید کوئی چھوٹا کاروبار بھی تھا۔

تلولی کو کس بات کی فکر تھی، جب کھانے کو بیٹھتا چاولوں کی دس بارہ پلیٹیں صاف کر کے دم
لیتا۔

"ذرا خیال سے کوآن میرے بھائی، اب ہم پہاڑی سے اتر رہے ہیں" ہم درختوں کی
جزیں مضبوطی سے پکڑتے اور ان کا سہارا لے کر نیچے پھسل جاتے، پھولوں کی رنگ برلنگی بیلیں
درختوں کے تنوں سے لیتی ہوئی تھی اور پھولوں سے کیمپڑا اور خون کی ملی ملی مہک آ رہی تھی۔

"یہاں بیٹھ کر یہ خوبصورت منظر دیکھو، اور مگن سے میں نہ لوں گا وہ زندہ فیکر نہیں جائے
گا، درختوں میں بھکتا پھرتا ہے شاید بھوکا ہے"

میں ذرا آرام کرنے بیٹھ گیا، سورج کی کرنیں چھن چھن کر دھنڈ میں سے آ رہی تھیں۔

میرے کندھے سردی سے ٹھہر گئے تھے مجھے سورج کی حرارت اچھی لگی۔
میری آنکھیں ندی کا چیخنا کر رہی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ درختوں کے جنڈ میں ایک غار
ہے کبڑی شاخوں نے اس کا منہ ڈھک رکھا تھا۔ اور ٹکن بیہاں کیا کھانے آتا ہے؟

میرے باائیں طرف جو درخت ہے اس کا نام بتے تاب ہے اس میں پیلے رنگ کا چھوٹا سا
پھل لگتا ہے مگر بہت کم لگتا ہے خزاں میں بھورے پھولوں سے لد جاتا ہے۔ اس کے پھول زمین پر
گرتے ہیں تو ان کی کثرت کی وجہ سے زمین پر قلیں سا بچھ جاتا ہے پھولوں سے جی متلا نے والی
بوآتی ہے۔ کسی نے نہیں دیکھا کہ بتا پر ایک ہی موسم میں دوسرے زیادہ پھل لگے ہوں۔ اس
کا ذائقہ شروع میں تو اچھا لگتا ہے مگر بذریعہ نش کی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے اور دل کی دھڑکن
بے قاعدہ ہو جاتی ہے ڈراؤنے خواب آتے ہیں زندگی کا بھروسہ نہیں رہتا اور مرنے کو جی چاہتا ہے
ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے ایک بار تو چھکھے، لذت کے لئے نہیں صرف اسے جانے کے
لئے۔

تو کیا بند بھی اس پھل کی تلاش میں بیہاں آتے ہیں کیا نہیں بھی مرنے کی جلدی ہے کیا وہ
بھی موت کے لئے بتا بیل۔

لی اچا نک پہاڑی پر نمودار ہوا، میں نے اس طرف دیکھا جدھراں نے اشارہ کیا تھا، وہاں
بے تاب کی شاخوں میں مجھے ایک سایہ سامتحک نظر آیا۔ لگا کہ کوئی بھالو شاید شہد کی تلاش میں
ہے، لی مجھے نہ ملنے کا اشارہ کر کے دھنڈ میں غائب ہو گیا۔ ایک سایہ آگے پیچھے ہوتا رہا ایک نہیں
سے دوسرا، ٹھنی پر جاتا رہا پھر اچا نک سیدھا کھڑا ہو گیا اس کے ساتھ ہی گولی چلنے کی آواز آئی اور
ایک چینچٹان سے ٹکراتی ہوئی فضائیں گوچی، میں کا پ گیا کیونکہ وہ چینچ کسی جانور کی نہیں تھی۔ لی
بھاگتا ہوا میرے پاس آیا اس کا رنگ سفید ہو رہا تھا۔

"کوآن، کوآن"

"کیا ہوا ہے" میں خود سخت پریشان تھا۔

اور ٹکن کی آواز انسان کی آواز بھی تھی۔

"اچھا، آؤ میرے ساتھ۔"

میرا روں رواں کا نپ رہا تھا میں اڑ کھڑا تا اور ٹھوکریں کھاتا ہوا چلا، دھنڈا بھی بہت گھری
تھی، ایک پیڑ سے ٹکرایا کرنے والا ہی تھا کہ لی نے مجھے تھام لیا، "چیف چیف" اور ہم دونوں
دھنڈ چیرتے ہوئے آگے بڑھے تو ہماری نظر دوناگوں پر پڑی ایک پاؤں پر جراب تھی جبکہ دوسرا
جراب کے بغیر تھا، میرا دل زور زور سے دھڑ کنے لگا۔ میں لی کو پیچھے دھکیلتا ہوا آگے بڑھا۔
وہ فین تھا ہمارا اپنا فین ہمیں دیکھ کر اس نے سراٹھایا" لی، میرے بھائی تم نے غلطی سے مجھ پر

گولی چلا دی، اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں۔"

اس نے مجھے دیکھا تو کاپنے ہوئے ہوتوں سے کہنے لگا۔ "چیف، مجھے سزا نہ دینا چند پیرا شوٹ جمع کرنا چاہتا تھا، اس لئے کہ—"

اس کی زبان لڑکھڑائی اور گرون بالکیں طرف لٹک گئی، میں نے اس کے دل پر ہاتھ رکھا تو اس کی دھڑکن بند ہو چکی تھی، میں نے اس کا ایک بال لیا اور اس کے تنہوں کے پاس رکھ کر دیکھا تو بال بالکل نہیں ہلا۔ لی زور زور سے رو نے لگا اس کا سارا جسم کانپ رہا تھا، "نہیں نہیں تم نہیں مر دے گے۔" اس نے اپنا سرفیں کے سینے پر رکھا ہوا تھا۔

فین کی آنکھیں حلی تھیں مگر خوشی یا غم کے اظہار سے محروم ہو چکی تھیں، صرف ایک منٹ سلے کی بات ہے کہ اس نے ان آنکھوں سے مجھے دیکھا تھا۔ مجھے سزا نہیں دینے کی بات کر رہا تھا مگر اب وہ ہر سزا کے خوف سے آزاد ہو چکا تھا۔

وہ اتنی دور آنے کے لئے یقیناً بہت جلدی اٹھا ہو گا، پیرا شوٹ کس لئے لے جانا چاہتا تھا، مجھے اس بات کی خبر کیوں نہیں ہوئی۔ ہم چاہے جنگل میں ہوں یا کسی گاؤں سے باہر کمپ لگایا ہو، فین اپنے لئے کوئی بہت بربی جلد ڈھونڈ لیتا تھا۔ اس کے کام بھی عجیب تھے، کبھی جنگل سے لکڑیاں سمیٹ لاتا، کبھی کمپ کی صفائی پر لگ جاتا تھا، اس میں رقبات کا جذبہ بھی بہت شدید تھا کسی کو اپنی پسندیدہ لڑکی کے قریب پہنچنے نہ دیتا، فین پیدائشی شہید تھا اسے جانے والے کبھی اسے نقصان پہنچانے کا خیال بھی نہیں کر سکتے تھے۔

لی اور زور زور سے سکیاں لینے لگا، مجھے اسے ڈانٹا پڑا۔ اس نے میری طرف دیکھا تو اس کا چہرہ خون اور آنسو سے تر تھا، "اب رو نے سے کیا فائدہ؟ تمہارا کورٹ مارشل ہو گا اور گولی تمہارے سینے کے پار ہو گی۔"

لی بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔

"اپنا چہرہ صاف کرو اگر کورٹ مارشل ہی ہونا ہے تو بھی تمہارا یہ حلیرے مجھے پسند نہیں۔"

لی نے جیب سے پیرا شوٹ کا ایک لکڑا انکالا اور چہرہ صاف کرنے لگا۔

"تو اب تم کیا کرنا چاہتے ہو۔"

لی چپ رہا۔

"پچھے بھی ہو تمہیں فائزگ سکو یہ کا سامنا تو کرنا ہے یا میں تمہیں شاید اسی وقت گولی مار دوں۔"

لی نے سر ہلایا اور میرے سامنے کھڑا ہو گیا۔ "گولی مار دیتے بھائی، میرا انجام بھی تو ہونا ہے۔"